سر ظفر اللہ کے ابتدائی دور کی سازشوں کا شاخسانہ

کشمیر میں قادیانی سازشیں

زاہد شاہین - ایم - اے

کشمیر میں قادیانی سازشوں کی تفصیل بڑی طویل اور خونچکاں ہے۔ قادیانیوں نے کشمیر کی مخصوص جغرافیائی حیثیت کی وجہ سے اس پہ ہمیشہ نظر رکھی۔ قادیانیوں کے پہلے خلیفہ حکیم نورالدین بھیروی ڈوگرہ مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد میں ۱۸۷۶ء میں شاہی طبیب مقرر ہوئے۔ انگریز کو یہ خطرہ لاحق تھا کہ ڈوگرہ مہاراجہ رنبیر سنگھ روس سے سازباز کر کے ان کے لئے کوئی مسئلہ کھڑا نہ کر دے۔ رنبیر سنگھ نے چار آدمیوں پر مشتمل ایک وفد روس بھیجا[1] تاکہ روسی تعاون سے انگریزوں کی بالادستی سے نجات حاصل کی جائے۔ رنبیر سنگھ کی وفات کے بعد پرتاب سنگھ نے گدی سنبھالی۔ اس کا رجحان بھی روس کی طرف تھا[2] انگریزوں نے مہاراجہ کشمیر کی کارروائیوں پر نظر رکھنے کے لئے حکیم نورالدین کی خدمات حاصل کیں۔ حکیم صاحب بڑی کامیابی سے جاسوسی کے فرائض انجام دیتے رہے[3] آپ نے پرتاپ سنگھ کے بھائیوں رام سنگھ اور امر سنگھ سے خصوصی تعلقات قائم کر لئے اور ان کی مدد سے محلاتی سازشوں کی پشت پناہی کی۔ آخرکار انگریز نے پرتاپ سنگھ کو اقتدار سے معزول کر کے اس کی جگہ ایک کونسل قائم کر دی۔ چند سال بعد جب انگریز کو مہاراجہ کی وفاداری کا یقین ہو گیا۔ تو اسے دوبارہ اقتدار سونپ دیا گیا۔ مہاراجہ نے اقتدار پر قابض ہونے کے بعد ۱۸۹۲ء میں حکیم نورالدین کو چوبیس گھنٹے کے اندر ریاست چھوڑ دینے کا حکم دیا[4] اس طرح اس نے ایک سامراجی آلہ کار سے نجات پائی۔ قادیانی مصنف عبدالقادر کی کتاب حیات نورالدین، اور اکبر شاہ نجیب آبادی کی مرتب کردہ

---

[1] وونڈرا کوشک، سنٹرل ایشیا۔ ان ماڈرن ٹائمز، ماسکو۔ ۱۹۷۰ء صفحہ ۱۰۴

[2] جوزف کوربل، ڈینجر ان کشمیر، نیویارک صفحہ ۱۴

[3] ممتاز احمد، مسئلہ کشمیر، صفحہ ۵۵ [4] تاریخ احمدیت جلد ششم مؤلفہ دوست محمد قادیانی

نورالدین کی سوانح مرقاۃ الیقین، سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکیم نورالدین کا مہاراجہ پر بڑا اثر تھا۔ اور وہ سیاست میں کافی دخیل تھے۔ قادیانیوں نے نورالدین کے اخراج پر پردہ ڈالنے کے لئے دو تاویلیں گھڑی ہیں۔ اول یہ کہ آپ کو گاؤکشی کے الزام میں نکالا گیا تھا۔ دوسرے آپ رام سنگھ اور امر سنگھ کو مسلمان کرنا چاہتے تھے۔ یہ لغو تاویلات دوست محمد قادیانی کی مرتبہ تاریخ احمدیت جلد ششم میں مذکور ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نورالدین سامراج کے پٹھو، انگریز کے جاسوس اور برطانیہ کے ازلی حاشیہ بردار تھے اور انہیں سیاسی جرائم کی وجہ سے ریاست بدر کیا گیا۔[1]

نورالدین ریاست بدر ہونے کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کے پاس قادیان چلے آئے۔ ۱۹۰۸ء میں مرزا قادیانی کے مرنے کے بعد پہلے خلیفہ بنے اور ۱۹۱۴ء میں آپ کے انتقال کے بعد مرزا بشیرالدین محمود نے قادیان کی گدی پر قبضہ کیا۔ بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں ہندوستان اور روس کے سیاسی حالات پر نگاہ ڈالی جائے تو معلوم ہو گا کہ ۱۹۱۷ء میں زار کی حکومت دم توڑ چکی تھی، اور روس میں اشتراکیوں نے اقتدار سنبھال لیا تھا۔ ۱۹۱۹ء میں انگریزوں نے افغانستان کو اپنی جارحیت کا نشانہ بنایا۔ افغان جنگ کے بعد روسی توسیع پسندی کا خطرہ زیادہ شدت سے محسوس کیا جانے لگا۔ ادھر ہندوستان میں سیاسی حالات مخصوص صورت اختیار کر چکے تھے۔ پہلی جنگ عظیم نے ہندوستان میں سیاسی بیداری کی لہر دوڑا دی تحریک ریشمی رومال نے برطانوی سامراج کے استبدادی نظام پر ضرب کاری لگائی۔ برطانوی سامراج کے خلاف لندن، پیرس، ٹوکیو، برلن، سٹاک ہوم، نیویارک، سان فرانسسکو اور کیلے فورنیا میں انقلابی جماعتیں قائم ہوئیں۔ کابل میں مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے دیگر انقلابیوں راجہ مہندر پرتاپ، پروفیسر برکت اللہ وغیرہ کی مدد سے عارضی حکومت قائم کی۔ اشتراکی روس نے ہندوستان کے انقلابیوں کو منظم کرنے کے لئے تاشقند بخارا، اور سمرقند میں بڑے بڑے تربیتی مراکز قائم کر دیئے۔ ان مراکز سے ہندوستان کے سرحدی علاقوں سنکیانگ، افغانستان، کشمیر وغیرہ میں سیاسی کارروائیاں کی جاتیں۔ کشمیر کے سرحدی علاقے گوریلا کارروائیوں کے لئے بہت اہم تھے۔ روسی سفیر مینکو لیکوف انقلابی جماعتوں کی رہنمائی کرتا تھا۔ یاد رہے وسط ایشیا میں تربیت پانے والے انقلابیوں جیسے مہندر پرتاپ ——— پروفیسر برکت اللہ ایم-این رائے۔ محمد علی، بی-ایم اچاریہ میں سے بعض لوگوں نے بعد میں ہندوستان میں کمیونسٹ تحریک کی داغ بیل ڈالی۔ برطانیہ کے محکمہ خارجہ نے روس کو یہ کارروائیاں بند کرنے کا مشورہ دیا اور معاہدات کی تنسیخ کی دھمکی کے علاوہ الٹی میٹم بھی دے دیا مگر

---

[1] رفیق دلاوری، رئیس قادیان۔ جلد دوم۔

روس ان انقلابیوں کی سرپرستی کرتا رہا۔ اور لینن بار بار آزاد ایشیا زندہ باد کے نعرے لگاتا رہا۔[1]

۱۹۲۱ء میں قادیانی خلیفہ مرزا محمود نے برطانوی آقاؤں کے اشارے پر ایک دو رخی پالیسی وضع کی۔ آپ نے روس میں مبلغوں کے روپ میں اپنے جاسوس بھیجنے شروع کر دیئے۔ اور کشمیر میں تبلیغ کے نام پر اڈے قائم کر دیئے۔ برکھو اللہ پہلے قادیانی تھے، جنہوں نے زار کے زمانے میں روس کے مذہبی اور سیاسی حالات کا مطالعہ کیا۔ آپ جولائی ۱۹۱۳ء میں روس گئے۔ ۱۹۱۴ء میں جب آپ انگلستان میں طالب علم تھے، آپ نے روس جانے کا پروگرام بنایا تاکہ وہاں کے اونچے طبقے سے رابطہ قائم کر سکیں۔ لیکن جنگ عظیم اول کی وجہ سے ایسا ممکن نہ ہو سکا۔[2] ۱۹۲۱ء میں محمد امین قادیانی کو وسط ایشیا میں جاسوسی کے لئے بھیجا گیا۔ قادیانی مبلغ فتح محمد سیال لکھتا ہے:

"۱۹۲۱ء میں ہم نے اپنے دوست مولوی محمد امین خان صاحب کو بطور مبلغ بھیجا چونکہ حکومت برطانیہ اور روس کے تعلقات جنگ کے بعد خراب چلے آرہے تھے اس لئے پاسپورٹ نہ مل سکا۔ مولوی صاحب نے ایران تک پیدل سفر کیا۔ اور ایران کے راستے روس میں داخل ہوئے، روسی حکومت کے آدمیوں نے ان کو گرفتار کر لیا اور انگریزی جاسوس سمجھ کر جیل خانہ میں ڈال دیا مولوی صاحب موصوف دو سال مختلف جیل خانوں میں رہے اور ان کی سختیوں کو برداشت کرتے رہے ...... دو سال بعد وہ واپس مرکز تشریف لائے، لیکن تھوڑے عرصے کے بعد ہمارے امام (مرزا محمود) نے پھر دوبارہ ان کو بھیجا اور اب کی دفعہ ان کے ساتھ ایک اور نوجوان ظہور حسین صاحب مولوی فاضل کو بھی بھیجا یہ دونوں صاحب پھر ایران کے راستے روس میں داخل ہوئے۔"[3]

"چونکہ برادرم محمد امین صاحب کے پاس پاسپورٹ نہ تھا۔ اس لئے وہ روس میں داخل ہوتے ہی روس کے پہلے ریلوے اسٹیشن قصبہ پر انگریزی جاسوس قرار دیئے جا کر گرفتار کئے گئے۔"[4] رہائی کے بعد مولوی محمد امین اور ظہور حسین نے وسط ایشیا کے انقلابی مراکز

---

[1] جوزف کوربل، ڈینجران کشمیر۔ [2] اصحاب احمد جلد ۱۱ مولفہ صلاح الدین قادیانی ربوہ۔
[3] جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات، فتح محمد سیال قادیانی، اسلامیہ سٹیم پریس لاہور ۱۹۲۷ء صفحہ ۳۰
[4] الفضل قادیان، مورخہ ۴ اگست ۱۹۲۳ء

کا جائزہ لیا۔ برطانوی آقاؤں کے لیے خفیہ معلومات حاصل کیں اور انقلاب دشمن مواد انگریزوں کو روانہ کیا۔ آخر کار ظہور حسین پکڑا گیا۔ اور روسی پولیس نے اس سے سازشی مواد برآمد کر لیا۔ اور اسے جاسوسی کے جرم میں قید کر دیا۔ مرزا محمود نے انگریزوں کی مدد سے اسے رہا کرایا اور برطانوی وائسرائے کو پیش کئے جانے والے ایک ایڈریس میں انگریزوں کا شکریہ ادا کیا کہ ان کی کوششوں سے قادیانی مبلغ کو رہائی نصیب ہوئی۔[1]

ایک طرف تو قادیانی جاسوس وسط ایشیاء میں سرگرم تھے، تو دوسری طرف مرزا محمود کشمیر میں سازشوں کے جال پھیلا رہے تھے۔ جون ۱۹۲۱ء میں آپ نے کشمیر کا سفر اختیار کیا اور وہاں کے حالات کا بچشم خود مشاہدہ کیا۔ آپ اپنے ایک خطبے میں فرماتے ہیں:

"احمدیوں کے پاس ایک چھوٹا سا ٹکڑا بھی نہیں جہاں احمدی ہی احمدی ہوں کم از کم ایک علاقہ کو مرکز بنا لو اور جب تک ایک ایسا مرکز نہ ہو جس میں کوئی غیر نہ ہو اس وقت تک تم مطلب کے مطابق امور جاری نہیں کر سکتے اور نہ اخلاق کی تعلیم ہو سکتی ہے اور نہ پورے طور پر تربیت کی جا سکتی ہے۔ اس لئے نبی کریمؐ نے حکم دیا تھا کہ حجاز سے مشرکوں کو نکال دو۔ ایسا علاقہ اس وقت تک ہمیں نصیب نہیں جو خواہ چھوٹے سے چھوٹا ہو، مگر اس میں غیر نہ ہوں، جب تک یہ نہ ہو اس وقت تک ہمارا کام بہت مشکل ہے اگر یہ نہ ہوا تو کام اور مشکل ہو جائے گا۔"[2]

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ مرزا محمود کشمیر کو قادیانی سٹیٹ بنانے کے لئے ایک طویل عرصے سے برطانوی سامراج کے ساتھ ساز باز کر رہے تھے۔ اور اس سلسلے میں مسلسل سازشیں کی جا رہی تھیں۔ ۱۵ جون ۱۹۲۹ء کو مرزا محمود نے تیسری دفعہ کشمیر کا دورہ کیا۔ اور قادیانی سٹیٹ کے قیام کے منصوبے کے امکانات کا جائزہ لیا۔ ۱۹۳۰ء میں آپ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا:

"اگر تم بھی اللہ کے پیارے ہو تو اس وقت تک کہ تمہاری بادشاہت نہ قائم ہو جائے تمہارے راستہ میں یہ کانٹے ہرگز دور نہیں ہو سکتے۔ اور تمہیں کبھی بھی امن و امان حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر آج کسی وجہ سے سکھ ہے تو کل یقیناً پھر دکھ کی حالت ہو جائے گی۔"[3]

---

[1] تحفۂ شہزادہ ویلز، مرزا بشیر الدین محمود۔ [2] الفضل قادیان مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۲۲ء

[3] الفضل قادیان مورخہ ۲۵ اپریل ۱۹۳۰ء

۲۵ر جولائی ۱۹۳۱ء کو نواب مالیر کوٹلہ محمد علی قادیانی کی کوٹھی بمقام شملہ ایک اجلاس ہوا جس میں خواجہ حسن نظامی، سر فضل حسین، ڈاکٹر محمد اقبال، مولانا اسمٰعیل غزنوی، مولانا میرک شاہ، اے آر ساغر وغیرہ نے شرکت کی[1] اس اجلاس میں طے پایا کہ ایک آل انڈیا کشمیر کمیٹی قائم کی جائے تاکہ ریاست کے مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ ہو ان کو سیاسی امداد مہیا کی جائے۔ مرزا محمود کو کمیٹی کا ڈکٹیٹر مقرر کر دیا گیا۔ لیکن انہوں نے صدر بننا قبول کیا۔ کمیٹی کے چندہ طریق کار کے لئے کوئی باقاعدہ دستور کی تدوین نہ کی گئی۔

مسلم زعماء جانتے تھے کہ قادیانی سامراج کے ایجنٹ ہیں۔ اور مرزا محمود وائسرائے کے چہیتے ہیں، ان کے انگریز افسروں سے گہرے مراسم ہیں ان کی ایک جماعت ہے۔ اور ان کے پاس مالی ذرائع ہیں۔ اگر ان کے ذریعے کشمیری مسلمانوں کے کچھ مسائل حل ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں۔ انہوں نے تمام اختلافات نظرانداز کر کے مرزا محمود کو صدارت سونپ دی۔ لیکن قادیانی خلیفہ اور ان کے حواری کشمیر کمیٹی کی آڑ میں برطانوی آقاؤں کی سیاسی پالیسی کو عملی جامہ پہنانا چاہتے تھے۔ اور کشمیر کو قادیانی ریاست بنانے کے خواب دیکھ رہے تھے۔

کمیٹی کا صدر بننے کے بعد مرزا محمود نے کشمیر کے طول و عرض میں تبلیغی مراکز کا جال بچھا دیا۔ قادیان سے لاتعداد ٹریکٹ اور پمفلٹ وادی میں پھیلا دیئے گئے۔ قادیان میں ایک پبلسٹی کمیٹی مقرر کی گئی اور نظامت امور خارجہ کے تحت ایک باقاعدہ محکمہ قائم کر دیا۔ تاکہ اندرونی نظم و نسق قائم کیا جا سکے[2] کشمیر میں ابھرتی قیادت کو ساتھ ملانے کے لئے ریاستی تحریکوں میں قادیانیوں نے بڑھ چڑھ کر حصّہ لینا شروع کر دیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں مسلمانوں کو محسوس ہو گیا کہ قادیانی کشمیر میں ارتداد کے کانٹے بو رہے ہیں۔ اور سامراج کے اشارے پر سرگرم عمل ہیں۔ وگرنہ ان کے نزدیک دنیا کے تمام مسلمان جو مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتے وہ مطلق کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ کشمیری مسلمانوں سے ہمدردی کا انہوں نے محض سوانگ بھرا ہوا ہے۔ ان کافروں کی مدد کے پس منظر میں کوئی سازش کارفرما ہے۔

یہ بات ناقابلِ فہم تھی کہ ایک طرف قادیانی ہندوستان کی حریت پسندانہ تحریکوں کو کچلنے میں لگے ہوئے تھے۔ لیکن دوسری طرف کشمیر میں آزادی کے علمبردار بنے بیٹھے تھے۔ قادیانیوں کی منافقت اسی سے بھی عیاں تھی کہ ہندوستان کی دوسری ریاستوں میں بھی مسلمانوں کے ساتھ ظلم ہو رہا تھا۔ لیکن قادیانی صرف کشمیر پر ہی اپنی توجہ مرکوز کئے ہوئے تھے۔ قادیانی سازشوں کو مجلس احرار نے بے نقاب کیا۔ چودھری افضل حق، مولانا مظہر علی اظہر، حبیب الرحمٰن لدھیانوی، ماسٹر تاج الدین جیسے احراری اکابر نے مسلمانوں کو اس فتنہ سے آگاہ کیا۔ اور

---

[1] کشمیر کی کہانی، مؤلفہ ظہور احمد قادیانی۔ [2] تاریخ احمدیت جلد ششم

کشمیری مسلمانوں کی حمایت میں ایک زبردست تحریک چلائی۔

احرار رہنماؤں نے اکتوبر ۱۹۳۱ء میں مہاراجہ کشمیر سے مفاہمت اور مصالحت کرنے کی کوشش کی۔[1] کشمیریوں کو حقوق دلانے کے لئے اپنے کئی سیاسی رہنما قید کرائے جب مہاراجہ کشمیر کسی طرح نہ مانا تو احرار عوامی تحریک چلانے پر مجبور ہو گئے، ماسٹر تاج الدین مرحوم لکھتے ہیں:

"حقیقت یہ ہے کہ ریاست کے سربراہ برطانوی نشے میں بدمست تھے وہ احرار کو خاطر میں نہیں لا رہے تھے۔ انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ دیوانے بھڑک اٹھے تو ریاست کا انجر پنجر ڈھیلا کر کے رکھ دیں گے۔ جب مصالحت کی تمام راہیں بند ہو گئیں تو احرار نے یلغار کا بگل بجا دیا۔ بس پھر کیا تھا۔ احرار کے بہادر اور جانباز رضا کار بگولے کی طرح اٹھے اور ریاست کشمیر پر آندھی کی طرح چھا گئے"[2]

مجلس احرار کی عظیم اور ولولہ انگیز تحریک کو برصغیر کی آزادی کی تحریکوں میں ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ اس تحریک نے ڈوگرہ شاہی کے ایوانوں میں زلزلہ بپا کر دیا۔ اور قادیانیت کے مذموم عزائم کو آشکار کر دیا۔

حضرت علامہ انور شاہ کاشمیریؒ نے علامہ اقبال سے ملاقات کی اور انہیں اپنا رسالہ پڑھ کر سنایا جس میں ختم نبوت کی بنیادی اہمیت کو واضح کیا گیا تھا۔[3] مسلم زعماء نے مرزا محمود کو ایک مکتوب روانہ کیا اور مطالبہ کیا کہ پندرہ دن کے اندر اندر کمیٹی کا اجلاس بلایا جائے۔ تاکہ عہدیداروں کا انتخاب عمل میں لایا جائے اس کے علاوہ ۱۳ مئی ۱۹۳۳ء کو سول اینڈ ملٹری گزٹ میں یہ بیان شائع کرایا گیا کہ کمیٹی کا آئندہ صدر قادیانی نہیں ہوا کرے گا۔ ۷ مئی ۱۹۳۳ء کو سیسل ہوٹل لاہور میں کمیٹی کا اجلاس ہوا۔ جس میں مرزا محمود نے استعفیٰ پیش کر دیا۔ آپ بھانپ چکے تھے کہ اب یہاں کی دال نہیں گلے گی۔ کیونکہ تمام سازش بے نقاب ہو چکی تھی۔ کشمیر کمیٹی کے نئے صدر علامہ اقبال مقرر ہوئے۔ قادیانیوں نے فوراً ہی کمیٹی کے کام انجام دینے بند کر دیئے اور علامہ موصوف کی صدارت کے خلاف سازشوں میں مصروف ہو گئے۔ آخر کار علامہ اقبالؒ نے ۱۹۳۳ء میں کشمیر کمیٹی کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا۔

کشمیر میں قادیانیوں کی شرمناک کارروائیاں اور انگریز کی پشت پناہی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ شیخ الہند

---

[1] تاریخ احرار، چوہدری افضل حق، مرکزی مجلس احرار اسلام، ملتان ص ۳۱

[2] تحریک کشمیر اور احرار، ماسٹر تاج الدین، ص ۸

[3] رئیس الاحرار، مؤلفہ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی۔ ص ۹۹

مولانا محمود الحسنؒ اور مولانا عبید اللہ سندھی وسط ایشیا کو بیس بنا کر مشرقِ وسطیٰ میں سامراج کے خلاف تحریک چلا چکے تھے۔ یہ تحریک اندر ہی اندر پھیلتی چلی جا رہی تھی۔

"انگریزوں کا منشا یہ تھا کہ وہ خشکی کے راستے سے ترکی کے ساحل تک، ایک مسلسل علاقہ اپنے قبضہ میں کر لیں تاکہ اس طرح بحری و برّی دونوں راستوں سے مشرقِ وسطیٰ اور ایشیاء کا مسلم علاقہ ان کے تسلط میں گھرا رہے۔ لیکن جب ہندوستان کی بڑھتی ہوئی تحریک آزادی اور ہندو مسلم اتحاد کے نئے دور نے کشمیر پر ہندو راجہ کے تسلط کی افادیت کو مشکوک بنا دیا۔ تو اب انگریز کو اس امر کی ضرورت ہوئی کہ کوئی اور زیادہ قابلِ اعتماد واسطہ تلاش کیا جائے اور اس اعتبار سے قادیانی فرقہ نہایت سودمند نظر آیا۔ ایک تو وہ انہیں کا تیار کردہ تھا۔ اور امتِ مسلمہ سے باغیانہ طور پر علیحدہ ہو چکا تھا۔ مگر اسلام کا ظاہری لیبل اس پر اب بھی چسپاں تھا۔ اور چونکہ اس فرقہ کے مفادات عالمگیر مسلم مفادات کے قطعی برعکس و مخالف تھے۔ اس لئے وہ آخری مرحلہ تک انگریزوں کے لئے قابلِ اعتماد ثابت ہو سکتا تھا۔ اگر ہندو مسلم اتحاد برقرار بھی رہے اور پورے ہندوستان کو سیاسی حقوق دینا بھی پڑ جائیں تو بھی کشمیر میں مرزائیوں کے اثر و غلبہ کی موجودگی سے کم از کم یہ علاقہ باقی ہندوستان سے علیحدہ رکھ کر بھی برطانوی مفادات کے لئے استعمال کیا جا سکتا تھا۔"[1]

۱۹۳۲ء میں قادیانی نقطہ نظر کی وضاحت کرنے کے لئے سری نگر سے ایک اخبار الاصلاح نکالا گیا۔ اسی سال انگریزوں نے مہاراجہ کشمیر سے گلگت کا علاقہ ۶۰ سال کے لئے پٹے پر لے لیا، تاکہ روسی توسیع پسندی کا مقابلہ کیا جا سکے۔[2]

اس کے بعد قادیانیوں نے اپنی تحریک کا رخ بدل لیا۔ کشمیر کے طول و عرض میں قائم کئے گئے مراکز کو قادیانی مبلغوں نے اپنے مکروہ عزائم کی تکمیل کے لئے سیاسی اڈوں کے طور پر استعمال کیا۔ عبدالرحیم ورد، زین العابدین ولی اللہ شاہ، ظہور احمد، خلیفہ نور دین، خواجہ عبدالغفار ڈار، غلام نبی گلکار اور ایسے بیسیوں قادیانی مسلمانوں کے مفادات کو سبوتاژ کرنے میں مصروف تھے۔ متنبّیٔ قادیان کی لاہوری ذریت سے

---

[1] ترجمان اسلام لاہور، مورخہ ۸ مارچ ۱۹۶۸ء

[2] الیسٹیر لیمب، کرائسس ان کشمیر۔

ایک پرچہ روشنی نکالا جس کے مدیر عزیز کاشمیری تھے۔ اس میں لاہوری مرزائیوں کے نقطۂ نظر کو واضح کیا جاتا تھا۔ پنجاب میں احرار کا آرگن مجاہد، زمیندار اور مولانا میکش کے اخبار احسان نے قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں سے کشمیری مسلمانوں کو آگاہ کیا۔

قادیانیوں نے مسلمانوں کی واحد سیاسی جماعت آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کے خلاف ریشہ دوانیاں کیں، یہ سیاسی تنظیم گلانس کمیشن کی سفارشات کے نتیجہ میں ۱۹۳۲ء میں قائم ہوئی تھی۔ آخر کار کانفرنس کے ایک[1] تاریخی اجلاس میں شیخ محمد عبداللہ، اور چوہدری غلام عباس کی موجودگی میں قادیانیوں کو مسلم کانفرنس سے خارج کر دیا گیا۔ میر واعظ کشمیر مولانا محمد یوسف شاہ مرحوم نے قادیانی فتنہ کی سرکوبی میں نمایاں حصہ لیا۔

۱۹۳۹ء میں مسلم کانفرنس دو حصوں میں بٹ گئی۔ قادیانیوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ انہوں نے مسلمانوں کے باہمی اختلافات کو خوب ہوا دی۔ سیاسی کشیدگی کی فضا پیدا کی گئی۔ اور انتشار و افتراق کے کانٹے بوئے گئے۔ شیخ عبداللہ کی نیشنل کانفرنس نے پہلے تو اشتراکیوں سے گٹھ جوڑ کر کے نیا کشمیر کا نعرہ لگایا بعد میں ۱۹۴۶ء میں کشمیر چھوڑ دو تحریک چلائی[1]

مرزا محمود نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے مہاراجہ کشمیر کی حمایت کا اعلان کیا۔ اور الاصلاح سری نگر میں مہاراجہ کے حق میں مواد شائع ہونے لگا[2] یہ وہ زمانہ تھا جب کانگری لیڈر کشمیر میں دورے کر کے مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کر رہے تھے۔ ۴ر جولائی ۱۹۴۶ء کو مرزا محمود نے اپنے ایک مضمون میں مہاراجہ کشمیر سے ہمدردی کا اظہار کیا[3] اس ہمدردی کے پس پردہ ایک سازش کارفرما تھی۔ مرزا محمود کشمیری مسلمانوں کی تحریک آزادی کو نظر انداز کر کے ڈوگرہ شاہی کے ساتھ گٹھ جوڑ کرنا چاہیے تھا۔ تاکہ مستقبل میں اس علاقہ میں قدم جمائے جا سکیں۔

۱۹ر جولائی ۱۹۴۷ء کو مسلم کانفرنس نے الحاق پاکستان کی قرارداد پاس کر دی۔ اگلے ماہ ملک تقسیم ہو گیا اس نوزائیدہ مملکت کو سب سے پہلے ایک قادیانی سر ظفر اللہ نے نقصان پہنچایا۔ بونڈری کمیشن میں قادیانی سازش سے گورداسپور کا علاقہ پاکستان کے حصے میں نہ آسکا۔ اور اس طرح بھارت کو پٹھانکوٹ سے کشمیر پہنچنے کا راستہ مل گیا۔ مرزا محمود نے رتن باغ لاہور میں ڈیرے ڈالنے کے بعد فوری طور پر کشمیر میں دلچسپی لینا شروع کر دی۔ اس وقت کشمیر میں آزادی کی تحریک شروع تھی۔ مرزا محمود کے خاص پروگرام کے مطابق

---

[1] جوزف کوربل: ڈینجر ان کشمیر

[2] الاصلاح، سری نگر، ۲۴ر جون ۱۹۴۶ء   [3] الاصلاح، سری نگر، ۴ر جولائی ۱۹۴۶ء

غلام نبی گلکار قادیانی کو کشمیر میں انڈر گراؤنڈ حکومت بنانے کا کام سونپا گیا۔ لیکن یہ سازش کامیاب نہ ہو سکی بعد میں گلکار نے نہایت ڈھٹائی سے دعویٰ کر دیا کہ وہ آزاد کشمیر حکومت کے بانی ہیں۔ اس عظیم قادیانی جھوٹ سے کئی مسلم زعماء نے پردہ اٹھایا ہے۔ اور حکومت آزاد کشمیر کو تشکیل دینے والے رہنما سردار ابراہیم خان، سید نذیر حسین شاہ اور دیگر کشمیری زعماء بقید حیات ہیں۔ لیکن کشمیر کی آزادی کی تاریخ کو مسخ کرنے کیلئے قادیانی اپنی روش پر قائم ہیں۔

انڈر گراؤنڈ حکومت کی سازش کے ناکام ہونے کے بعد مرزا محمود نے تقسیم کے بعد کے پر آشوب حالات میں بہت سے دورے کئے۔ مغربی پاکستان کے مختلف شہروں میں جلسوں سے خطاب کیا۔ اور مسئلہ کشمیر پر روشنی ڈالی[۱] اس سازش کی ایک کڑی مہاجرین کی انجمن کا قیام تھا جسکا مقصد مسلم کانفرنس کے اثر کو کم کرنا اور مہاجرین کی فاقہ کشی سے فائدہ اٹھانا تھا۔ اس پلیٹ فارم کو قادیانیوں نے قائد ملت چوہدری غلام عباس اور مسلم کانفرنس رہنماؤں کے خلاف استعمال کیا۔ اس انجمن کے اخراجات مرزا محمود برداشت کرتے تھے مسلم کانفرنس نے جب اس سازش سے پردہ اٹھایا تو مرزا محمود نے اس انجمن سے لاتعلقی کا اعلان کر دیا، لیکن اب جو قادیانی تاریخ مرتب ہوئی ہے۔ اس میں تسلیم کیا گیا ہے کہ مرزا محمود" اس انجمن کے جملہ اخراجات کے کفیل تھے[۲]

قادیانیوں نے یہیں تک بس نہیں کیا بلکہ فرقان بٹالین تشکیل دی تاکہ مسلح ہو کر اپنے مذموم اور شرمناک سیاسی مقاصد کی تکمیل کی جا سکے۔

"تنسیخ جہاد کا عقیدہ رکھنے والی امت مرزائیہ نے فرقان بٹالین کے نام پر مرزائیوں کی بعد فوج بنا کر جہاد کشمیر میں جو کچھ کیا اور ہندوستان کی جو خدمات انجام دیں مسلم مجاہدین کی جوانیوں کا جس شرمناک طریق پر سودا چکایا، اس پر خون کے آنسو بھی بہائے جائیں تو کم ہیں۔ مجاہدین کے کیمپ میں جو سکیم بنتی، فوراً ہندوستان پہنچ جاتی، جہاں مجاہدین مورچے بناتے دشمن کو پتہ چل جاتا، اور جہاں مجاہدین ٹھکانہ کرتے، وہیں ہندوستانی ہوائی جہاز پہنچ جاتے"[۳]

فرقان بٹالین کی کمان موجودہ قادیانی خلیفہ مرزا ناصر احمد کے ہاتھ میں تھی۔ جب اس تنظیم کی غدارانہ کاروائیوں

۱؎ تاریخ احمدیت جلد یازدھم ، ۲؎ تاریخ احمدیت جلد ششم

۳؎ روزنامہ آزاد لاہور ، مورخہ ۷ اپریل ۱۹۵۰ء

کا پتہ چلا تو مسلم کانفرنس کے متقدر زعماء نے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا کہ اس نام نہاد فوج کو ختم کیا جائے سردار آفتاب احمد جنرل سیکرٹری مسلم کانفرنس کشمیر نے ایک تقریر کے دوران کہا کہ مرزائیوں نے غداری کے طور پہ فرقان فورس بھیجی تھی۔ یہ لوگ خفیہ خبریں ہندوستانی فوجوں تک پہنچاتے تھے۔ اپنی شرمناک کاروائیوں پہ پردہ ڈالنے کے لئے مرزا محمود نے اس وقت کے کمانڈر ان چیف جنرل گریسی سے اپنے حق میں ایک تحریر حاصل کی جس میں اس نے لکھا کہ فرقان فورس نے شاندار خدمت کی ہے۔ واضح رہے کہ جنرل گریسی نے قائداعظمؒ کے حکم کے باوجود کشمیر میں فوجیں داخل کرنے سے انکار کر دیا تھا جب کہ بھارت پوری جارحیت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ قائداعظم کو یہ دھمکی بھی دی گئی۔ کہ اگر انہوں نے فوج کشی کا حکم دیا تو تمام برطانوی افسروں کو فوج سے نکال لیا جائے گا۔ (TWO NATIONS & KASHMIR)

غرضیکہ قادیانیوں کی کشمیر میں دلچسپی کشمیر کی مخصوص جغرافیائی حیثیت کی وجہ سے تھی اور انگریزوں کا مفاد اسی میں تھا کہ اس علاقے پر قادیانی متصرف ہو جائیں۔ پاکستان کے قیام کے وقت ایک طرف کانگرس کشمیر پر قابض ہونے کے لئے ساز باز کر رہی تھی تو دوسری طرف قادیانی اس ریاست پر قبضہ جمانے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ قادیانیوں نے عین موقع پر مسلمانوں کے مفادات کو سبوتاژ کیا۔ اور تحریک آزادی کو سخت نقصان پہنچایا۔ رہی سہی کسر ظفراللہ نے نکال دی جب کہ مسئلہ کشمیر اقوام متحدہ میں زیر بحث تھا۔ میاں افتخارالدین نے ۱۹۵۰ء میں آئین ساز اسمبلی میں اپنی تقریر کے دوران کہا:

"سر ظفراللہ ایک قابل وکیل ہو سکتا ہے، جس کا ۳۰ سالہ تجربہ ہے اور جو برطانوی راج کا مداح رہا ہے۔ برطانیہ کا اس قدر وفادار جتنا خود شہنشاہ بھی نہ ہو۔ اس نے تیس۳۰ سال کے عرصہ میں ایک بار بھی آزادی کا مطالبہ نہ کیا۔ اس نے تمام عمر برطانوی حکومت کی مدد کی۔ یہ شخص روپیہ حاصل کر کے بہاولپور اور بھوپال کے لئے بول سکتا ہے۔ حتیٰ کہ حکومت ہند کے حق میں بھی بول سکتا ہے۔ یہ شخص ہندوستان کے سیاسی نمائندے کے طور پہ جا کے بول سکتا ہے۔ اگر اس کو معاوضہ دیا جائے جس طرح کہ روپیہ لے کر اس نے چین کے ساتھ (برطانوی دور) میں کیا۔ اس طرح یہ پاکستانی حکومت کی طرف سے پیسے لے کر کام کر رہا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جو خدانخواستہ متحدہ ہندوستانی حکومت بن جائے تو اس کا موقف بھی پیسہ لیکر پیش کر سکتا ہے۔ اس شخص نے ۳۰ سال برطانوی سامراج کی خدمت کی۔ یہ وہ وکیل ہے جو رسوائے زمانہ جماعت یونینسٹ پارٹی کا فکری رہنما تھا۔ جو برصغیر کی رجعت پسند جماعت تھی یہ شخص آزادی کی تڑپ کو کیسے محسوس کر سکتا ہے، اور کشمیریوں کے جذبات کا کیا اندازہ لگا سکتا ہے یہ ان کیلئے نہیں مڑ سکتا یہ بال کی کھال اتار سکتا ہے۔ یہ شخص کوئی پالیسی وضع نہیں کر سکتا۔" ——— دراصل یہ قادیانیوں اور سر ظفراللہ کی ابتدائی دور کی سازشیں تھیں کہ مسئلہ کشمیر حل نہ ہو سکا۔